www.pklibrary.net

بھولا

www.pklibrary.net

بھولا

میں نے مایا کو پتھر کے ایک کوزے میں مکھن رکھتے دیکھا۔ چھاچھ کی کھٹائی کو دور کرنے کے لئے مایا نے کنوئیں کے صاف پانی سے کوزے میں پڑے ہوئے مکھن کو کئی بار دھویا۔ اس طرح مکھن کے جمع کرنے کی کوئی خاص وجہ تھی۔ ایسی بات عموماً مایا کے کسی عزیز کی آمد کا پتہ دیتی تھی ہاں! اب مجھے یاد آیا دو دن کے بعد مایا کا بھائی اپنی بیوہ بہن سے راکھی بندھوانے کے لئے آنے والا تھا۔ یوں تو اکثر بہنیں بھائیوں کے ہاں جاکر انہیں راکھی باندھتی ہیں۔ مگر مایا کا بھائی اپنی بہن اور بھانجے سے ملنے کے لئے خود ہی آجایا کرتا تھا۔ اور راکھی بندھوالیا کرتا تھا۔ راکھی بندھوا کر وہ اپنی بیوہ بہن کو یہی یقین دلاتا تھا کہ اگرچہ اس کا سہاگ لٹ گیا ہے۔ مگر جب تک اس کا بھائی زندہ ہے وہ اس کی رکھشا، اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر لیتا ہے۔

ننھے بھولے نے میری اس بات کی تصدیق کر دی۔ گنا چوستے ہوئے اس نے کہا۔

www.pklibrary.net

"بابا۔ پرسوں ماموں جی آئیں گے نا ــــ؟"

میں نے اپنے پوتے کو پیار سے گود میں اٹھا لیا۔ بھولے کا جسم بہت نرم و نازک تھا۔ اور اس کی آواز بہت سریلی تھی۔ جیسے کنول کی پتیوں کی نزاکت اور سپیدی، گلاب کی سرخی اور بلبل کی خوش الحانی کو اکٹھا کر دیا گیا ہو۔ اگرچہ بھولا میری لمبی اور گھنی داڑھی سے گھبرا کر مجھے اپنا منہ چومنے کی اجازت نہ دیتا تھا تاہم میں نے زبردستی اس کے سرخ گالوں پر پیار کی مہر ثبت کر دی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھولے ــــ تیرے ماموں جی ..... تیری ماتا جی کے کیا ہوتے ہیں۔؟"

بھولے نے کچھ تامل کے بعد جواب دیا۔ "ماموں جی"

مایا نے استوتر پڑھنا چھوڑ دیا۔ اور کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں اپنی بہو کے اس طرح کھل کر ہنسنے پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ مایا بیوہ تھی اور سماج اُسے اچھے کپڑے پہننے اور خوشی کی بات میں حصہ لینے سے بھی روکتی تھی۔ میں نے بارہا مایا کو اچھے کپڑے پہننے، ہنسنے کھیلنے کی تلقین کرتے ہوئے سماج کی پروا نہ کرنے کے لئے کہا تھا۔ مگر مایا نے از خود اپنے آپ کو سماج کے روح فرسا احکام کے تابع کر دیا تھا۔ اس نے اپنے تمام اچھے کپڑے اور زیورات کی پٹاری ایک صندوق میں مقفل کر کے چابی ایک جوہڑ

www.pklibrary.net

میں پھینک دی تھی۔

بابا نے ہنستے ہوئے اپنا پاٹھ جاری رکھا۔

ہری ہر، ہری ہر، ہری ہر، ہری
میری بار کیوں دیر اتنی کری۔

پھر اس نے اپنے لعل کو پیار سے بلاتے ہوئے کہا۔

"بھولے ـــــ تم ننھی کے کیا ہوتے ہو؟"

"بھائی" بھولے نے جواب دیا۔

"اسی طرح تیرے ماموں جی میرے بھائی ہیں"۔

بھولا یہ بات نہ سمجھ سکا کہ ایک ہی شخص کس طرح ایک ہی وقت میں کسی کا بھائی اور کسی کا ماموں ہو سکتا ہے۔ وہ تو اب تک یہی سمجھتا آیا تھا کہ اس کے ماموں جان اس کے باباجی کے بھی ماموں جی ہیں۔ بھولے نے اس مخمصے میں پڑنے کی کوشش نہ کی اور اچک کر ماں کی گود میں جا بیٹھا اور اپنی ماں سے گیتا سنانے پر اصرار کرنے لگا۔ وہ گیتا محض اس وجہ سے سنتا تھا۔ کہ وہ کہانیوں کا شوقین تھا۔ اور گیتا کے ادھیائے کے آخر میں مہاتم سن کر وہ بہت خوش ہوتا۔ اور پھر جوہڑ کے کنارے اگی ہوئی دوب کی مخملی تلواروں میں بیٹھ کر گھنٹوں ان مہاتموں پر غور کیا کرتا۔

www.pklibrary.net

مجھے دوپہر کو اپنے گھر سے چھ میل دور اپنے مزارعوں کو ہل پہنچانے تھے۔ بوڑھا جسم۔ تیسرے مصیبتوں کا مارا ہوا۔ جوانی کے عالم میں تین تین من بوجھ اٹھا کر دوڑا کیا۔ مگر اب بیس سیر بوجھ کے نیچے گردن پچکنے لگتی ہے۔ بیٹے کی موت نے امید کو یاس میں تبدیل کر کے کمر توڑ دی تھی اب میں بھولے کے سہارے ہی جیتا تھا ورنہ در اصل میں مر چکا تھا۔

رات کو میں تھکن کی وجہ سے بستر پر لیٹتے ہی اونگھنے لگا۔ ذرا دیر میں مایا نے مجھے آواز دی کہ دودھ پی لو۔ میں اپنی بہو کی سعادت مندی پر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ میں نے اسے سینکڑوں دعائیں دیتے ہوئے کہا۔

"مجھ بوڑھے ——— کی اتنی پروا نہ کیا کرو بیٹا۔"

——— بھولا ابھی تک نہ سویا تھا۔ اس نے ایک چھلانگ لگائی اور میرے پیٹ پر چڑھ گیا۔ بولا۔

"بابا جی! آپ آج کہانی نہیں سنائیں گے کیا؟

"نہیں بیٹا" ——— میں نے آسمان پر نکلے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں آج بہت تھک گیا ہوں ——— کل دوپہر کو تمہیں سناؤں گا۔"

بھولے نے روٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہارا بھولا نہیں بابا۔ میں ماتا جی کا بھولا ہوں۔"

www.pklibrary.net

بھولا بھی جانتا تھا۔ کہ میں نے اس کی ایسی بات کبھی برداشت نہیں کی۔ میں ہمیشہ اس سے یہی سننے کا عادی تھا کہ "بھولا بابا جی کا ہے اور ماتا جی کا نہیں"۔ مگر اس دن ہلوں کو کندھے پر اٹھا کر چھ میل تک لے جانے اور پیدل ہی واپس آنے کی وجہ سے میں بہت تھک گیا تھا۔ شاید میں اتنا نہ تھکتا۔ اگر میرا نیا جوتا ایڑی کو نہ دباتا اور اس وجہ سے میرے پاؤں میں ٹیسیں نہ اٹھتیں۔ اس غیر معمولی تھکن کے باعث میں نے بھولے کی وہ بات بھی برداشت کی۔ میں آسمان پر ستاروں کو دیکھنے لگا۔ آسمان کے جنوبی گوشے میں ایک ستارہ مشعل کی مانند روشن تھا۔ غور سے دیکھنے پر وہ مدھم سا ہونے لگا ـــــ میں اونگھتے اونگھتے سو گیا۔

صبح اٹھتے ہی میرے دل میں خیال آیا۔ کہ بھولا سوچتا ہو گا۔ کہ کل رات بابا نے میری بات کس طرح برداشت کی۔ میں اس خیال سے لرز گیا کہ بھولے کے دل میں کہیں یہ خیال نہ آیا ہو۔ کہ اب بابا میری پروا نہیں کرتا۔ شاید یہی وجہ تھی۔ کہ صبح کے وقت اس نے میری گود میں آنے سے انکار کر دیا۔ اور بولا۔

"میں نہیں آؤں گا ـــــ تیرے پاس بابا!"

"کیوں بھولے؟"

"بھولا بابا جی کا نہیں ـــــ بھولا ماتا جی کا ہے۔"

www.pklibrary.net

میں نے بھولے کو مٹھائی کے لالچ سے منالیا۔ اور چند ہی لمحات میں بھولا باباجی کا بن گیا۔ اور میری گود میں آگیا۔ اور اپنی ننھی ٹانگوں کے گرد میرے جسم سے لپٹے ہوئے کمبل کو لپیٹنے لگا۔ بابا ہری ہر استوتر پڑھ رہی تھی۔ پھر اس نے پاؤ بھر مکھن نکالا۔ اور اسے کوزے میں ڈال کر کنوئیں کے صاف پانی سے چھاچھ کی کھٹائی کو دھو ڈالا۔ اب بابا نے اپنے بھائی کے لئے سیر کے قریب مکھن تیار کر لیا تھا۔ میں بہن بھائی کے اس پیار کے جذبہ پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ اتنا خوش کہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ میں نے دل میں کہا۔ عورت کا دل محبت کا ایک سمندر ہوتا ہے۔ ماں باپ، بھائی بہن، خاوند بچے سب سے وہ بہت ہی پیار کرتی ہے۔ اور اتنا کرنے پر بھی وہ ختم نہیں ہوتا۔ ایک دل کے ہوتے ہوئے بھی وہ سب کو اپنا دل دے دیتی ہے۔ بھولے نے دونوں ہاتھ میری گالوں کی جھریوں پر رکھے، بابا کی طرف سے چہرے کو ہٹا کر اپنی طرف کر لیا اور بولا۔

"بابا تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے نا ــــ؟"

"کس بات کا ــــ بیٹا؟"

"تمہیں آج دوپہر کو مجھے کہانی سنانی ہے۔"

"ہاں بیٹا" ــــ میں نے اس کا منہ چومتے ہوئے کہا۔

www.pklibrary.net

یہ تو بھولا ہی جانتا ہوگا۔ کہ اس نے دوپہر کے آنے کا کتنا انتظار کیا۔ بھولے کو اس بات کا علم تھا۔ کہ باباجی کے کہانی سنانے کا وقت وہی ہوتا ہے۔ جب وہ کھانا کھا کر اس پلنگ پر جا لیٹتے ہیں جس پر وہ باباجی یا ماتاجی کی مدد کے بغیر نہیں چڑھ سکتا۔ چنانچہ وقت سے آدھ گھنٹہ پیشتر ہی اس نے کھانا نکلوانے پر اصرار شروع کر دیا۔ میرے کھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنے کہانی سننے کے چاؤ سے۔

میں نے معمول سے آدھ گھنٹہ پہلے کھانا کھایا۔ ابھی آخری نوالہ میں نے توڑا ہی تھا کہ پٹواری نے دروازے پر دستک دی۔ اسکے ہاتھ میں ایک ہلکی سی جریب تھی۔ اس نے کہا۔ کہ خانقاہ والے کنوئیں پر آپ کی زمین کو ماپنے کے لئے مجھے آج ہی فرصت مل سکتی ہے پھر نہیں۔

دالان کی طرف نظر دوڑائی تو میں نے دیکھا۔ بھولا چارپائی کے چاروں طرف گھوم کر بستر بچھا رہا تھا۔ بستر بچھانے کے بعد اس نے ایک بڑا سا تکیہ بھی ایک طرف رکھ دیا۔ اور خود پائینتی میں پاؤں اڑا کر چارپائی پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اگرچہ بھولے کا مجھے اصرار سے جلد روٹی کھلانا اور بستر بچھا کر میری تواضع کرنا اپنی خود غرضی پر مبنی تھا۔ تاہم ایک خیال کے دل میں آنے پر میں نے کہا۔

"آخر بایا کا بیٹا ہی ہے نا ——— ایشور اس کی عمر دراز کرے۔"

www.pklibrary.net

میں نے پٹواری سے کہا کہ تم خانقاہ والے کنوئیں کو چلو۔ اور میں تمہارے پیچھے پیچھے آجاؤں گا۔ جب بھولے نے دیکھا کہ میں باہر جانے کے لئے تیار ہوں۔ تو اس کا چہرہ اس طرح مدہم پڑ گیا جس طرح گذشتہ شب کو آسمان کے ایک کونے میں ایک مشعل کی مانند روشن ستارہ مسلسل دیکھتے رہنے کی وجہ سے ماند پڑ گیا تھا۔ بابا نے کہا۔

"باباجی۔ اتنی بھی جلدی کیا ہے؟ ــــ خانقاہ والا کنواں کہیں دور تو بھاگا نہیں جاتا ــــ آپ کم سے کم آرام تو کر لیں۔"

"اوں ہوں" میں نے زیر لب کہا۔ "پٹواری واپس ہو گیا۔ تو پھر یہ کام ایک ماہ سے ادھر نہ ہو سکے گا۔"

بابا خاموش ہو گئی۔ بھولا منہ بسورنے لگا۔ اُس کی آنکھیں نمدار سی ہو گئیں۔ اس نے کہا۔ "بابا میری کہانی ــــ میری کہانی ــــ"

"بھولے ــــ میرے بچے" میں نے بھولے کو ٹالتے ہوئے کہا۔ "دن کو کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔"

"راستہ بھول جاتے ہیں؟" بھولے نے سوچتے ہوئے کہا۔ "بابا تم جھوٹ بولتے ہو ــــ میں بابا جی کا بھولا نہیں بنتا۔"

اب جب کہ میں تھکا ہوا بھی نہیں تھا۔ اور پندرہ بیس منٹ استراحت کے لئے نکال سکتا تھا۔ میں بھولے کی اس بات کو آسانی سے

www.pklibrary.net

کس طرح برداشت کر لیتا۔ میں نے اپنے شانے سے چادر اتار کر چارپائی کی پائینتی پر رکھی اور اپنی دبتی ہوئی ایڑی کو جوتی کی قید بامشقت سے سے نجات دلاتے ہوئے پلنگ پر لیٹ گیا۔ بھولا پھر اپنے بابا کا بن گیا۔ لیٹتے ہوئے میں نے بھولے سے کہا۔

"اب کوئی مسافر راستہ کھو بیٹھے ـــــ تو اس کے تم ذمہ دار ہو"

ـــــ اور میں نے بھولے کو دوپہر کے وقت سات شہزادوں اور سات شہزادیوں کی ایک لمبی کہانی سنائی۔ کہانی میں ان کی باہمی شادی کو میں نے معمول سے زیادہ دلکش انداز میں بیان کیا۔ بھولا ہمیشہ اس کہانی کو پسند کیا کرتا تھا جس کے آخر میں شہزادہ اور شہزادی کی شادی ہو جائے مگر میں نے اُس روز بھولے کے منہ پر خوشی کی علامت نہ دیکھی۔ بلکہ وہ ایک افسردہ سا منہ بنائے خفیف طور پر کانپتا رہا۔

(۲)

اس خیال سے کہ پٹواری خانقاہ والے کنوئیں پر انتظار کرتے کرتے تھک کر اپنی ہلکی ہلکی جھنکار پیدا کرنے والی جریب جیب میں ڈال کر کہیں اپنے گاؤں کا رُخ نہ کرے۔ میں جلدی جلدی مگر اپنے نئے جوتے میں دبتی ہوئی ایڑی کی وجہ سے لنگڑاتا ہوا بھاگا۔ گویا میں نے جوتی کو

www.pklibrary.net

سرسوں کا تیل لگا دیا تھا۔ تاہم وہ نرم مطلق نہ ہوئی تھی۔

شام کو جب میں واپس آیا۔ تو میں نے بھولے کو خوشی سے دالان سے صحن میں اور صحن سے دالان میں کودتے پھاندتے دیکھا۔ وہ لکڑی کے ایک ڈنڈے کو گھوڑا بنا کر اُسے بھگا رہا تھا۔ اور کہتا تھا۔

"چل ماموں جی کے دیس ـــــ رے گھوڑے۔ ماموں جی کے دیس ماموں جی کے دیس۔ ہاں ہاں۔ ماموں جی کے دیس۔ گھوڑے۔۔۔۔"

جونہی میں نے دہلیز میں قدم رکھا۔ بھولے نے اپنا گانا ختم کر دیا۔ اور بولا۔

"بابا ـــــ آج ماموں جان آئیں گے نا ـــــ؟"

"پھر کیا ہوگا بھولے ـــــ؟" میں نے پوچھا۔

"ماموں جی اگن بوٹ لائیں گے۔ ماموں جی کلو دکتا، لائیں گے۔ ماموں جی کے سر پر مکّی کے بھٹوں کا ڈھیر ہوگا نا بابا ـــــ ہمارے یہاں تو مکی ہوتی ہی نہیں ـــــ بابا۔ اور تو اور۔۔۔۔ ایسی مٹھائی لائیں گے جو آپ نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی۔"

میں حیران تھا۔ اور سوچ رہا تھا۔ کہ کس خوبی سے "خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی" کے الفاظ سات شہزادوں اور سات شہزادیوں والی کہانی کے بیان میں سے اس نے یاد رکھے تھے۔ "جیتا رہے" میں نے دعا

www.pklibrary.net

دیتے ہوئے کہا۔ بہت ذہین لڑکا ہوگا اور ہمارے نام کو روشن کریگا۔"

شام ہوتے ہی بھولا دروازے میں جا بیٹھا۔ تاکہ ماموں جی کی شکل دیکھتے ہی اندر کی طرف دوڑے اور پہلے پہل اپنی ماتا جی کو اور پھر مجھے اپنے ماموں جی کے آنے کی خبر سنائے۔

دیوں کو دیا سلائی دکھائی گئی۔ جوں جوں رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جاتا توں توں دیوں کی روشنی زیادہ ہوتی جاتی۔ متفکرانہ لہجہ میں مایا نے کہا۔

"بابا جی ـــــ بھیا ابھی تک نہیں آئے۔"

"کسی کام کی وجہ سے ٹھہر گئے ہونگے۔"

"ممکن ہے کوئی ضروری کام آپڑا ہو ـــــ راکھی کے روپے ڈاک میں بھیج دیں گے ـــــ"

"مگر راکھی؟"

"ہاں راکھی کی کہو ..... انہیں اب تک تو آجانا چاہیئے تھا۔"

میں نے بھولے کو زبردستی دروازے کی دہلیز پر سے اٹھایا۔ بھولے نے اپنی ماتا سے بھی زیادہ متفکرانہ لہجہ میں کہا۔ "ماتا جی ـــــ ماموں جی کیوں نہیں آئے۔؟"

مایا نے بھولے کو گود میں اٹھاتے ہوئے اور پیار کرتے ہوئے کہا "شاید صبح کو آجائیں ـــــ تیرے ماموں جی ـــــ میرے بھولے۔"

www.pklibrary.net

پھر بھولے نے اپنے نرم و نازک بازوؤں کو اپنی ماں کے گلے میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "میرے ماموں جی تمہارے کیا ہوتے ہیں؟"

"جو تم ننھی کے ہو۔"

"بھائی؟"

"تم جانو ——"

"اور ننھی (بھولے کا دوست) کے کیا ہوتے ہیں؟"

"کچھ بھی نہیں ——"

"بھائی بھی نہیں؟"

"نہیں ——"

—— اور بھولا اس عجیب بات کو سوچتا ہوا سو گیا۔ جب میں اپنے بستر پر لیٹا۔ تو پھر وہ مشعل کی مانند چمکتا ہوا ستارہ آسمان کے ایک کونے میں میرے گھورنے کی وجہ سے ماند ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ مجھے پھر بھولے کا چہرہ یاد آگیا۔ جو میرے خانقاہ والے کنوئیں کو جانے پر طیار ہونے کی وجہ سے یوں ہی ماند پڑ گیا تھا۔ کتنا شوق ہے۔ بھولے کو کہانیاں سننے کا۔ وہ اپنی ماں کو استو تر بھی پڑھنے نہیں دیتا۔ اتنا بچہ بھلا گیتا کو کیا سمجھے۔ مگر صرف اس وجہ سے کہ اس کے ادھیائے کا مہاتم ایک دلچسپ کہانی ہوتا ہے۔ وہ نہایت صبر سے ادھیائے کے ختم ہونے اور مہاتم کے شروع ہونے

www.pklibrary.net

کا انتظار کیا کرتا ہے۔

"مایا کا بھائی ابھی تک نہیں آیا۔ شاید نہ آئے۔" میں نے دل میں کہا۔ "اسے اپنی بہن کا پیار سے جمع کیا ہوا مکھن کھانے کے لئے تو آجانا چاہیئے۔" میں ستاروں کی طرف دیکھتے دیکھتے اونگھنے لگا۔ یکایک مایا کی آواز سے میری نیند کھلی۔

وہ دودھ کا کٹورا لئے کھڑی تھی۔

"میں نے کئی بار کہا ہے ——— تم میرے لئے اتنی تکلیف نہ کیا کرو" میں نے کہا۔

دودھ پینے کے بعد فرطِ شفقت سے میرے آنسو نکل آئے۔ حد سے زیادہ خوش ہو کر میں مایا کو یہی دعا دے سکتا تھا تاکہ وہ سہاگ وتی رہے۔ کچھ ایسا ہی میں نے کہنا چاہا۔ آہ! مگر اس خیال کے آنے سے کہ اس کا سہاگ تو برس ہوئے لٹ گیا تھا۔ میں نے کچھ نہ کچھ کہنے کی غرض سے اپنی رقت کو دباتے ہوئے کہا۔

"بیٹی ——— تمہیں اس سیوا کا پھل ملے بغیر نہ رہے گا۔"

پھر میرے پہلو میں بچھی ہوئی چارپائی پر سے بھولا ننھی کو جو کہ اس کے ساتھ ہی سو رہی تھی۔ پرے دھکیلتے ہوئے اور آنکھیں ملتے ہوئے اٹھا۔ اٹھتے ہی اس نے کہا۔

www.pklibrary.net

"بابا ـــــ ماموں جی ابھی تک کیوں نہیں آئے ؟"

"آجائیں گے ـــــ بیٹا۔ سو جاؤ۔ وہ صبح سویرے آجائیں گے۔"

اپنے بیٹے کو اپنے ماموں کے لئے اس قدر بیتاب دیکھ کر مایا بھی کچھ بیتاب سی ہوگئی۔ عین اس طرح جس طرح ایک شمع سے دوسری شمع روشن ہوجاتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بھولے کو لٹا کر تھپکنے لگی۔

مایا کی آنکھوں میں بھی نیند آنے لگی۔ یوں بھی جوانی میں نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور پھر دن بھر کام کاج کر کے تھک جانے کی وجہ سے مایا گہری نیند سوتی تھی میری نیند تو عام بوڑھوں کی سی نیند تھی۔ کبھی ایک آدھ گھنٹہ تک سو لیتا۔ پھر دو گھنٹے جاگتا رہتا۔ پھر کچھ دیر اونگھنے لگ جاتا۔ اور باقی رات اختر شماری کرتے گزار دیتا۔ میں نے مایا کو سو جانے کے لئے کہا۔ اور بھولے کو اپنے پاس لٹا لیا۔

"بتی جلتی رہنے دو۔ صرف دھیمی کر دو ـــــ میلے کی وجہ سے بہت سے چور چکار اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں ـــــ" میں نے سوئی ہوئی مایا سے کہا۔

سب سے بڑی بات یہ تھی۔ کہ اس دفعہ میلہ پر جو لوگ آئے تھے اُن میں ایسے آدمی بھی تھے۔ جو کہ ننھے ننھے بچوں کو اغوا کر کے لے جاتے۔ پڑوس کے ایک گاؤں میں دو ایک ایسی وارداتیں ہوئی تھیں، اور اسی

www.pklibrary.net

لئے میں نے بھولے کو اپنے پاس لٹا لیا تھا۔ میں نے دیکھا۔ بھولا جاگ رہا تھا۔ اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد جب میری آنکھ کھلی۔ تو میں نے بتی کو دیوار پر نہ دیکھا۔ میں نے گھبرا کر ہاتھ پسارا تو دیکھا کہ بھولا بھی بستر پر نہ تھا۔ میں نے اندھوں کی طرح در و دیوار سے ٹکراتے اور ٹھوکریں کھاتے ہوئے تمام چارپایوں پر دیکھا۔ مایا کو بھی جگایا۔ گھر کا کونہ کونہ چھانا ـــــ بھولا کہیں نہ تھا ـــــ!!

(۳)

"مایا ـــــ ہم لٹ گئے۔" میں نے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہا۔

مایا ماں تھی۔ اس کا کلیجہ جس طرح شق ہوا۔ یہ کوئی اسی سے پوچھے۔ اپنے سہاگ لٹنے پر اس نے اتنے بال نہ نوچے تھے۔ جتنے کہ اس نے اُس وقت نوچے۔ اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا اور وہ دیوانوں کی طرح چیخیں مار رہی تھی۔ پاس پڑوس کی عورتیں شور سن کر جمع ہو گئیں۔ اور بھولے کی گمشدگی کی خبر سن کر رونے پیٹنے لگیں۔

میں عورتوں سے بھی زیادہ پیٹ رہا تھا۔ آج میں نے ایک بازیگر کو اپنے گھر کے اندر گھورتے بھی دیکھا تھا۔ مگر میں نے پروا نہیں کی تھی۔ آہ!

www.pklibrary.net

وہ وقت کہاں سے ہاتھ آئے۔ میں نے دعائیں کیں۔ کہ کسی وقت کا دیا کام آجائے۔ منتیں مانیں۔ کہ بھولا مل جائے۔ وہی اندھیرے گھر کا اجالا تھا اسی کے دم سے میں اور مایا جیتے تھے۔ اسی کی آس سے ہم اڑے پھرتے تھے۔ وہی ہماری آنکھوں کی بینائی وہی ہمارے جسم کی توانائی تھا۔ اس کے بغیر ہم کچھ نہ تھے۔

میں نے گھوم کر دیکھا۔ مایا بے ہوش ہوگئی تھی۔ اس کے ہاتھ اندر کی طرف مڑ گئے تھے۔ نسیں کھچی ہوئی اور آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔ اور عورتیں اس کی ناک بند کر کے ایک چمچہ سے اس کے دانت کھولنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

میں سچ کہتا ہوں۔ ایک لمحہ کے لئے میں بھوکے کو بھی بھول گیا۔ میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ ایک ساتھ گھر کے دو بشر جب دیکھتے دیکھتے ہاتھوں سے چلے جائیں۔ تو اس وقت دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ میں نے ایشور کو لرزتے ہوئے بُرا بھلا کہا۔ کہ ان دکھوں کے دیکھنے سے پیشتر اس نے میری ہی جان کیوں نہ لے لی۔ آہ! مگر جس کی قضا آتی ہے۔ اسکے سوا کسی اور کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔

قریب تھا۔ کہ میں بھی مایا کی طرح گر پڑوں کہ مایا ہوش میں آگئی۔ مجھے پہلے سے کچھ سہارا ملا۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ میں ہی مایا کو سہارا

www.pklibrary.net

دے سکتا ہوں۔ اور اگر میں خود اس طرح حوصلہ چھوڑ دوں۔ تو بابا کسی طرح نہیں بچ سکتی۔ میں نے حواس جمع کرتے ہوئے کہا۔

"بابا بیٹی ـــــ دیکھو! میرا یوں خانہ خراب مت کرو ـــــ حوصلہ کرو۔ جن کے کبھی بچے اغوا کئے گئے ہیں۔ آخر مل بھی جاتے رہے ہیں۔ بازیگر بچوں کو مارنے کے لئے نہیں لے جاتے۔ پال کر بڑا کر کے کسی کام میں لانے کے لئے لے جاتے ہیں ـــــ بھولا مل جائے گا۔"

ماں کے لئے یہ الفاظ بے معنی تھے۔ مجھے بھی اپنے اس طرح صبر کرنے پر گمان ہوا۔ گویا میں اس وجہ سے چپ ہو گیا ہوں۔ کہ مجھے بابا کے مقابلہ میں بھولے سے بہت کم پیار ہے۔ مگر "نہیں" ـــــ میں نے کہا "آدمی کو ضرور کچھ حوصلہ دکھانا چاہیئے۔"

اس وقت آدھی رات اِدھر تھی اور آدھی اُدھر جب ہمارا پڑوسی اس حادثہ کی خبر تھانے میں پہنچانے کے لئے جو گاؤں سے دس کوس دور شہر میں تھا روانہ ہوا۔

باقی ہم سب ہاتھ ملتے ہوئے صبح کا انتظار کرنے لگے۔ تاکہ دن نکلنے پر کچھ سجھائی دے۔

دفعتاً دروازہ کھلا۔ اور ہم نے بھولے کے ماموں کو اندر آتے دیکھا۔ اس کی گود میں بھولا تھا۔ اس کے سر پر مٹھائی کی ٹوکریاں اور ایک ہاتھ

www.pklibrary.net

ہیں بتی تھی۔ ہمیں تو گویا تمام دنیا کی دولت مل گئی۔ بابا نے بھائی کو پانی پوچھا نہ خیریت اور اس کی گود سے بھولے کو چھین کر اُسے چومنے لگی۔ تمام اڑوس پڑوس نے مبارک باد دی۔ بھولے کے ماموں نے کہا۔

"مجھے کسی کام کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی۔ دیر سے روانہ ہونے پر شب کی تاریکی میں میں اپنا راستہ گم کر بیٹھا تھا۔ یکایک مجھے ایک جانب سے روشنی آتی دکھائی دی۔ میں اس کی جانب بڑھا۔ اس خوفناک تاریکی میں پرس پور سے آنے والی سڑک پر بھولے کو بتی پکڑے ہوئے اور کانٹوں میں اُلجھے ہوئے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ میں نے اس کے اس وقت وہاں ہونے کا سبب پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا ——— کہ بابا جی نے آج دوپہر کے وقت مجھے کہانی سنائی تھی۔ اور کہا تھا۔ کہ دن کے وقت کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں۔ تم دیر تک نہ آئے تو میں نے یہی جانا۔ کہ تم راستہ بھول گئے ہو گے۔ اور بابا نے کہا تھا کہ اگر کوئی مسافر راستہ بھول گیا۔ تو تم ذمہ وار ہو گے نا ———!!"